قسط نمبر ۱۴

ہندوتہذیب اور مسلمان

از ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

گھوڑی چڑھانا اس دن پھر رشتے اور کنبے کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ بچہ کو نہلاتے دھلاتے، نیا جوڑا زیب تن کرتے، اور اسے دولہا بناتے تھے۔ لڑکے کو گھوڑی پر چڑھا کر اور باجے گاجے کے ساتھ کسی بزرگ کے مزار پر لے جاتے۔ دہلی والے جامع مسجد کے اندر آثار شریف[۱] میں بچہ کو لے جا کر سلام کراتے اور ملیدہ چڑھاتے تھے۔ دوسرے علاقوں میں کسی بزرگ کے مزار یا مسجد میں لے جا کر یہ رسم ادا ہوتی تھی۔ ختنہ کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ رقص و سرود کی محفل بھی ہوتی تھی اور عورتیں سہاگ گھوڑیاں گاتی تھیں۔ یہ رسم ہندو کشمیریوں کی جنیو کی رسم سے مطابقت رکھتی ہے[۲]

مگر مغلوں میں ان شہزادوں کا ختنہ نہیں ہوتا تھا جو تخت و تاج کا وارث ہوتا تھا۔ مولوی سید احمد دہلوی نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے چونکہ استحکام سلطنت و ازدیاد ارتباط اور انسیت کی غرض سے ہندی عقائد و مراسم کو اختیار کر لیا تھا اور اس کا یہاں تک رواج ہو گیا کہ اب اس آخر وقت میں بھی جو شہزادہ تخت کا حق دار خیال کیا جاتا تھا وہ آداب تخت ہند کے پاس و لحاظ سے ختنہ نہیں کراتا تھا اور دیگر سلاطین یعنی بادشاہ کے وہ خاندانی جن کے ورثہ میں تخت نشینی نہیں

---

[۱] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ بشیر الدین احمد۔ واقعات دار الحکومت دہلی۔ ج دوم۔ ص ۱۰۹ - ۱۱۱

[۲] رسوم دہلی ص ۷۳ - ۷۴، گذشتہ لکھنؤ۔ ص ۳۴۸ - ۳۴۹،

TRIBES AND CASTES, I, PP 779-80

آسکتی تھی وحسب شریعت ختنہ کراتے تھے[1]

میر حسن دہلوی نے ایک مغل شہزادہ کی ولادت سے لے کر اس کی شادی تک کے تمام حالات ورسم ورواج کا تفصیلی ذکر کیا ہے مگر اس میں ختنے کی رسم کا کہیں ذکر نہیں کیوں کہ وہ تخت وتاج کا وارث ہونے والا تھا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ تخت وتاج کے وارث شہزادہ کا ختنہ نہیں ہوتا تھا۔

ناک کان چھدوانے کی رسم | لڑکیوں کے کان اور ناک چھدوائی جاتی تھی تاکہ وہ زیورات کا استعمال کرسکیں۔ اس موقع کی رسم کے مطابق کھوپرا اور مصری ننہیال اور ددھیال والوں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ کن بندھے یعنی کان چھیدنے والے کو اس کا نیگ دیا جاتا تھا۔ کان چھیدنے والے عام طور پر ہندو ہوتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسم بھی ہندوانہ ہے[2]

بسم اللہ خوانی | ہندوؤں کے یہاں یہ رسم تھی کہ جب ایک لڑکے کی چار سال کی عمر پوری ہوجاتی تھی اور پانچواں سال شروع ہوتا تھا تو اسے پاٹھ شالا یعنی مکتب بھیجا جاتا تھا اور اس موقع پر بھی خوشی کی تقریب ہوتی تھی[3] مسلمانوں کے یہاں بھی یہی رسم پائی جاتی تھی۔ بالعموم پانچ سال کی عمر میں لڑکے کو مکتب بھیجا جاتا تھا مگر بعد میں دنوں اور گھنٹوں کی بھی قید لگادی گئی۔ جب بچہ چار سال چار ماہ اور چار دن کا ہوجاتا تھا تو اس کو مکتب بھیجتے تھے۔ مولانا عبدالحلیم شرر نے لکھا ہے کہ اس چار کے عدد نے اس تقریب میں اس قدر خصوصیت پیدا کرلی ہے کہ چار سال، چار مہینے اور

---

[1] رسوم دہلی۔ ص ۳۹ نیز ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۱۱۳

[2] رسوم دہلی۔ ص ۷۴ - ۷۵

[3] آئین اکبری۔ جلد دوم۔ ص۔ ۲۹

چار دن کے بعد چار گھنٹے اور چار منٹ کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے[۱] اس موقع پر بھی لڑکے کو نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنائے جاتے تھے اور اسے دولہا بنایا جاتا تھا[۲] یہ موقع بڑی خوشیوں اور جشن کا ہوتا تھا بادشاہو اور امیروں کے یہاں یہ تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھی جب کہ نچلے اور متوسط طبقے کے لوگ معمولی طریقے پر اس رسم کو ادا کرتے تھے۔ شاہ عالم ثانی نے اپنے لڑکے اکبر شاہ ثانی کی بسم اللہ خوانی کی رسومات اور تقریبات کا یوں ذکر کیا ہے۔

مہندی آنا اور رچانا | شادی بیاہ کی طرح اس موقع پر بھی بچے کے مہندی لگائی جاتی تھی۔ نیا جوڑا پہنایا جاتا تھا، سر پر سہرا باندھا جاتا، گلے میں ہار ڈالے جاتے، کان میں گوشوارہ یا طرہ لٹکا یا جاتا اور پوری طرح اسے دولہا بناتے تھے۔

آج مہندی لگاون کو اکبر شاہ پیا رو لا یو
انہیں رنگیلی مہندی بسم اللہ کی جنیا بیگم کے گھر رچایو[۳]
برن برن کی آرائش بنائے لائے حزرا نوبت دھمر
آج مہندی بسم اللہ کی شبھ ساعت آئی بیگم جان کے گھر[۴]

مونچھوں کا کونڈہ | جب لڑکے کی عمر سترہ یا اٹھارہ برس کی ہو جاتی تھی اور اس کی مسیں بھیگنے لگتی تھیں تو مونچھوں کا کونڈہ کیا جاتا تھا یعنی پیغمبر صاحب کی نیاز بطور شکرانہ دلوائی جاتی تھی کیوں کہ لڑکا سلامتی

---

[۱] گذشتہ لکھنؤ ص ۳۴۷ - ۳۴۸

[۲] گذشتہ لکھنؤ - ص ۳۴۸ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ منوچی - جلد دوم ص ۳۴۶ مسائلہ ۲ ب، نالۂ عندلیب ص ۲۴۴، واقعات اظفری ص ۸۸، ۹۹، حدیقۃ الاقالیم ص ۱۱، ۱۷، قانون اسلام (انگریزی) ص ۲۹ - ۳۴ رسوم دہلی ص ۷۵ - ۷۸، گذشتہ لکھنؤ ص ۳۴۷ - ۳۴۸

[۳] نادرات شاہی ص ۱۰۵

[۴] " " ص ۱۱۰

سے سن بلوغیت کو پہنچ گیا تھا۔ یہ نیاز سوئیوں پر ہوتی تھی۔ دستور کے مطابق اس موقع پر لڑکے کی مونچھوں پر صندل گھس کر انگلیوں کے بجائے ایک روپے کے سکّہ سے لگاتے تھے۔ اس نیاز کے کھانے کو عورت اور مرد دونوں کھا سکتے تھے جبکہ بی بی کی فاتحہ کا کھانا صرف عورتیں ہی کھا سکتی تھیں۔[1]

رتجگا | رتجگا کے لغوی معنی شب بیداری کے ہیں جس میں رات بھر بیدار رہ کر عبادت کی جاتی ہے۔ مگر ہندوستان کی مسلمان عورتوں نے خوشی کی تقریبوں کے موقعوں پر رات بھر جاگنے اور نیاز دلانے کا نام ر[illegible] رکھ لیا ہے اس کو لکھنؤ میں "خدائی رات" بھی کہتے ہیں۔ یہ رتجگا پانچ تقریبوں یعنی چھٹی، دودھ چھڑائی، سالگرہ، بسم اللہ خوانی اور بیاہ کے موقعوں پر بالخصوص عمل میں آتا تھا اس موقعہ پر رات بھر گلگلے تلے جاتے تھے اور اللہ میاں کا رحم بنایا جاتا تھا۔ نیاز دلوائی جاتی تھی اور بی بی فاطمہ[2] کی نیاز بھی اس کے ساتھ ہی خشکہ یا زردہ پر دلوائی جاتی تھی۔ بی بی کی نیاز یا صحنک[3] میں سات قسم کی ترکاریاں اور سات ہی قسم کے میوے رکھے جاتے تھے۔ نیاز کا کھانا کورے طباقوں میں نکالا جاتا تھا۔ بی بی کی نیاز کے لئے سوا پانچ سیر چاول پکائے جاتے تھے۔ اس پر ڈھائی سیر کھانڈ اور ڈھائی ہی سیر دہی ڈالا جاتا تھا۔ اس میں مسّی، تیل، سرمہ، مہندی، کلاوہ، صندل اور پانچ آنے چراغی کے بھی رکھے جاتے تھے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے نصف اوّل میں یہ [illegible]م دستور تھا کہ نیاز کھانے والوں کے آگے ایک طشتری میں چونا بھر کر رکھ دیا جاتا تھا۔ نیاز کھانے وا[illegible] تمام پاک دامن عورتیں ایک ایک انگلی چونا چاٹ لیا کرتی تھیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اگر کوئی بدکار عورت چاٹے گی تو اس کے منہ سے خون جاری ہو جائے گا۔ لہٰذا اس خوف سے صرف

---

[1] رسوم دہلی ص۔ ۷۸۔ ۷۹ [2] بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[3] صحنک کی فاتحہ کی رسم کو جودھا بائی والدہ شاہ جہاں بادشاہ نے ایجاد کیا تھا۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو رسوم دہلی ص ۱۱۰۔ ۱۱۱

باعصمت عورتیں ہی نیاز کا کھانا کھاتی تھیں[۱] شاہ عالم ثانی نے اکبر شاہ ثانی کی سالگرہ کے موقع پر رتجگے کا یوں ذکر کیا ہے

گاوت منگل چار بسے تیہ آپس میں مل رات جگائی
باجت تال مجیرگ پکھاوج، گٹّے گنی، نوچھاور پائی
لاکھوں سال ہلاس بلاس سوں، راج کرو سکھ سوں سکھدائی
اکبر شاہ کی سالگرہ، شاہ عالم کو سب دیت بدھائی[۲]

رسومات شادی بیاہ

ابتدا میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہندی نژاد اور ہندی الاصل مسلمان اور ان کی عورتیں نہ صرف اس ملک کی رسموں کی گرویدہ تھیں بلکہ ان رسموں میں اپنی طرف سے اضافہ کرنے کا

---

[۱] رسوم دہلی، ص ۶۴-۶۵ TRIBES AND CASTES, I, PP. 778-79
مولوی عبدالحلیم شرر نے لکھنؤ اور قرب وجوار کے علاقوں میں رتجگے کی رسموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "اکثر تقریبوں میں رت جگا ضرور ہوا کرتا ہے۔ اور یہی ایک چیز ہے جو ہندوستانی عورتوں کے اعتقاد میں خالصتہً لوجہ اللہ ہے اور جس میں "ڈومنیاں" اللہ میاں کی سلامتی " کا نغمہ گاتی ہیں۔ شب زندہ داری ہوتی ہے۔ مگر عبادت کے لئے نہیں بلکہ گانے بجانے، رات [illegible] کھاجو کرتی پاتے اور صبح ہوتے مسجد میں جا کے اللہ میاں کا طاق بھرنے کے لئے جن کی نذر کے لئے گلگلے [illegible] مخصوص چیزیں ہیں۔ ان تقریبوں میں یہی کارروائی دیہات میں بھی ہوا کرتی ہے مگر وہاں بدتمیزی اور بدسلیقگی ہوتی ہے تو شہر والوں میں نفاست، صفائی، خوش ترتیبی اور شائستگی۔ گذشتہ لکھنؤ۔ ص ۳۴۴-۳۴۵

[۲] نادرات شاہی ص ۱۰۷، ۱۱۹ بہادر شاہ ظفر کی سالگرہ کے موقع پر رتجگے کی رسموں کی ادائیگی کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ بزم آخر (منشی فیاض الدین) رحمانی پریس دہلی ۱۹۲۰ء ص ۲۷-۳۵

مادہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بدیں وجہ مسلمان ہونے کے بعد بھی وہ ہندوستانی رسم ورواج، عادات واطوار کو اس انداز سے اپنائے رہے کہ انہیں اس بات کا بالکل خیال ہی نہیں رہا کہ اسلام اور اسلامی طرزِ معاشرت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں اور سوداؔ نے تو کمال ہی کر دیا ہے کہ حضرت قاسم کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے اس نے ہندوستان کی تمام مروّجہ رسموں کو عرب کی رسموں سے منسوب کر دیا ہے جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔ مختصر یہ کہ مقامی اور معمولی فرق کے علاوہ شمالی ہندوستان میں شادی بیاہ کے رسم ورواج ہر طبقے کے مسلمانوں میں یکساں تھے اور صرف اوپری شان و شوکت اور ٹھم ٹام میں تفاوت پایا جاتا تھا۔ چند رسموں کے علاوہ ہندو[1] اور مسلمان دونوں کے رسم و رواج بڑی حد تک یکساں تھے اگر کوئی فرق تھا تو ناموں کا۔ مرزا قتیل[2] جو دونوں قوموں کی رسموں سے بخوبی واقف تھا، رقمطراز ہے:

"ہندوستان کے مسلمان بیٹے اور بیٹی کی شادی میں چند رسموں کو چھوڑ کر جیسے آگ کے گرد چکر لگانا، باقی سب رسمیں ہندوؤں کی طرح کرتے ہیں، جیسے لڑکی اور لڑکے کو زرد کپڑے پہنانا، اور کلائی میں ریشمی کلاوا باندھنا، عقد سے فارغ ہونے تک دولہا کا ہاتھ میں لوہے کا ہتھیار پکڑے رہنا، اور اسو ہے میں عورتوں کا سٹھنی گانا، عام تجمل اور آرائش کے ساتھ دولہا کا دولہن کے گھر ساچق لے جانا جو اہلِ ہند سے مخصوص ہے۔"[3]

---

[1] ہندوؤں کی رسومات شادی کے لئے ملاحظہ ہو۔ آئین اکبری (اردو ترجمہ) جلد دوم ص ۲۷۵-۲۸۲ منوچی (انگریزی) جلد سوم۔ ص ۵۴-۱۷، ہفت تماشا (اردو ترجمہ) ص ۱۲، ۱۱۱-۱۲۱

[2] مرزا قتیل۔ پیدائشی کھتری تھا اور بعد میں مسلمان ہو گیا تھا اور مرزا محمد حسن قتیل نام اختیار کیا تھا برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ مقدمہ۔ ہفت تماشا (اردو ترجمہ)

[3] ہفت تماشا ص ۱۳۹

TRIBES AND CASTES, I, P.899 OBSERVATIONS ETC P. 197

شادی مسلمانوں میں ایک بہت ہی اہم موقع ہوتا ہے۔ دیہاتوں میں بالخصوص اور شہروں میں بالعموم بچپن کی شادی کا رواج تھا[1] مگر شہر کے اعلیٰ خاندانوں میں شادی اس وقت ہوتی تھی جب لڑکے کی عمر اٹھارہ سال اور لڑکی کی عمر چودہ سال کی ہو جاتی تھی۔ بعض شادیاں اس سے پہلے بھی ہو جاتی تھیں جب کہ والدین کی رائے میں لڑکا اور لڑکی شادی کے لائق ہو گئے ہوں اور بعض حالات میں تو لڑکے اور لڑکی کی عمر جب چھ سات سال کی ہی ہوتی تھی تب ہی طرفین نسبت طے کر لیتے تھے مگر عقد اس وقت ہوتا تھا جب لڑکا لڑکی سن بلوغیت کو پہنچ جاتے تھے[2]۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں تو "ٹھیکرے[3]" کی رسم کا بھی رواج پایا جاتا تھا۔

شادی کا معاملہ بنیادی طور پر والدین کا مسئلہ ہوتا تھا اور اس معاملے میں لڑکے اور لڑکی کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا یعنی لڑکے اور لڑکی کی اپنی کوئی رائے نہیں ہوتی تھی۔ عقد سے

---

[1] ہندوؤں میں کم سنی کی شادی کا عام رواج تھا۔ البیرونی ہندوؤں کے متعلق لکھتا ہے "ان میں بیاہ کم سنی میں ہوتا ہے" کتاب الہند (اردو ترجمہ) جلد دوم ص ۳۲۳ نیز ملاحظہ ہو آئین اکبری (اردو ترجمہ) جلد دوم۔ ص ۲۸۱ - ۲۸۲ منوچی۔ جلد سوم۔ ص ۵۴

[2] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ مسائلہ۔ ص ۴ الف نیز

OBSERVATIONS ETC. I, PP 346 - 47

[3] اس رسم کے مطابق جب لڑکی پیدا ہوتی تھی تو آپس کی رضامندی سے چلبچی.... یا ٹھیکرے یعنی کونڈے میں اسے نہلاتے تھے۔ اس میں لڑکے کی ماں ایک روپیہ ڈال دیتی یا گھی میں مصری ملا دیتی تھی۔ اس فعل کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ لڑکی ان کی منگیتر ہو گئی۔ اور اس لڑکی کی شادی اس لڑکے کے علاوہ کسی دوسرے لڑکے سے نہیں ہو سکتی تھی۔

برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ رسوم دہلی. ص ۱۸ - ۲۸، گذشتہ لکھنؤ۔ ص ۲۵۰ - ۳۵۱

TRIBES AND CASTES, I. P. 804

پہلے لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے[1] اپنی زندگی میں بچوں کے لئے مناسب رشتہ تلاش کرنا اور ان کی شادی کرنا، ماں باپ اپنا سماجی اور اخلاقی فرض سمجھتے تھے[2]

شادی کے معاملات عام طور پر پیشہ ور عورتوں اور مردوں کے ذریعے طے ہوتے تھے[3] مگر بڑے گھرانوں میں خاص طور پر ان گھرانوں کی بزرگ اور تجربہ کار عورتیں اپنے لڑکے اور لڑکیوں

---

[1] منوچی نے لکھا ہے کہ "مسلمانوں میں پہلے دولہن کو دیکھنے کا رواج نہیں ہے۔ بلکہ معلومات، دیہات اور خاندانی وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے شادی کرتے ہیں" جلد سوم ص ۵۲۔ یہ رسم بھی ہندوؤں کے ہاں سے لی گئی تھی کیوں کہ ان کے ہاں بھی لڑکی نہیں دکھائی جاتی حالانکہ اسلام میں اس کی پوری آزادی دی گئی ہے۔ TRIBES AND CASTES, I, P. 804

مگر اس کے برخلاف اہلیہ میر حسن علی کا بیان ہے "جب کم سنی میں شادی کی نسبت طے ہو جاتی ہے تو لڑکے اور لڑکی کو ایک ہی گھر میں رکھتے ہیں" OBSERVATIONS ETC I, P. 349

[2] OBSERVATIONS ETC PP. 186-87

[3] ان پیشہ ور عورتوں کو مشاطہ کہا جاتا تھا۔ مشاطہ لغوی اعتبار سے اس عورت کو کہتے ہیں جو عالی مرتبہ خاتون کے کنگھی چوٹی کرتی، کپڑے اور زیور پہناتی اور انہیں سنوارتی اور آراستہ کرتی ہے مگر سوسائٹی میں مشاطہ ان عورتوں کو کہتے ہیں جو شادی کے پیام لے جاتی، نسبتیں ٹھہراتی اور شادیاں کراتی ہیں۔ غالباً اس پیشے کی ابتدا انہیں عورتوں سے پڑی جو حسینوں کو بنایا سنوارا کرتی ہیں اور آخر میں شادی ٹھہرانے والی عورتوں کا نام مشاطہ پڑ گیا۔ ان پیشہ ور عورتوں اور مردوں سے متعلق تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ گذشتہ لکھنؤ۔ ص۔ ۱۳۵،

OBSERVATOINS ETC, I, P 351-57, TRIBES AND CASTES, I, PP 803-804

کلیات سودا۔ جلد دوم

"غرض مشاطہ ہو نسبت کا اس کو رقعہ لائی تھی" ص، ۱۲

کے لئے خود مناسب رشتہ تلاش کرتی تھیں۔ طرفین ایک دوسرے کے حسب ونسب کے متعلق پوری معلومات حاصل کرتے تھے اور بعد ازیں رشتہ پر غور کیا جاتا تھا۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ اگر "نجیب الطرفین" بر نہیں ملتا تھا تو تیس تیس، چالیس چالیس سال کی عمر تک لڑکی کو بٹھائے رکھتے تھے۔ بلکہ بعض عورتیں تو اس امید میں بوڑھی ہو کر رانڈ کے درجے کو پہنچ جاتی اور آخر کار بن بیاہی مر جاتی تھیں[۵۱]۔ حالانکہ اسلام کا سماجی نظریہ مساوات پر مبنی ہے اور اس میں حسب ونسب کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی ہے مگر ہندوستانی مسلمان اس بات کو بہت اہمیت دیتے تھے اور آج بھی دے رہے ہیں۔ حسبی اور نسبی فوقیت اور برتری کا یہ جذبہ اس وجہ سے کارفرما تھا کہ ہندی نژاد، جو بعد میں مسلمان ہوئے، وہ جات پات کے ایک سماج سے نکل کر مسلمان ہوئے تھے اور مسلمان ہونے کے بعد بھی انھوں نے اپنے ہندو سماجی ڈھانچے کے اصولوں اور نظریے کو نظر انداز نہیں کیا۔ اور رفتہ رفتہ ہندوستانی مسلمانوں میں ذات پات پر مبنی ایک ایسے سماج کی تشکیل ہوئی جو ہندوستان ہی کے لئے مخصوص ہے۔

مختصر یہ ہے کہ ہندوؤں کی رسم کے برخلاف شمالی ہندوستان کے کچھ علاقوں میں ہمیشہ شادی کی درخواست لڑکے والے کی طرف سے کی جاتی تھی[الف۵۲] مگر بالخصوص بہار اور بنگال میں اب بھی لڑکی والے کی طرف سے بر کی تلاش ہوتی

---

۵۱ رسوم دہلی۔ ص ۸۵ الہیہ میر حسن علی نے لکھا ہے کہ رشتہ طے ہوتے وقت لڑکے کا نسب نامہ لڑکی والوں کے ہاں بھیجا جاتا تھا۔ اور اگر لڑکا سید ۔۔۔ ہوتا تھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک والد اور والدہ دونوں طرف سے دکھایا جاتا تھا۔

OBSERVATIONS ETC P. 189

الف۵۲ TRIBES AND CASTES, I, P. 804

ہے؎ آج کل دیگر علاقوں کے مسلمانوں میں بھی بالواسطہ نہیں تو بلا واسطہ لڑکی والے ہی بَر کے لئے کوشش کرتے ہیں کیوں کہ خاندان، کنبہ اور ہم پیشہ لوگوں میں مناسب بر نہ ملنے کی صورت میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ لڑکی والوں کو رقعہ کے ذریعہ پیغام دیا جاتا تھا؎ اور لڑکی والے رقعہ ہی کے ذریعہ نفی یا اثبات میں جواب دیتے تھے؎ بعدازیں وہ لڑکے کو دیکھنے آتے تھے یہ رسم "بر دکھوا" کہلاتی تھی۔ اس رسم کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالحلیم شرر نے لکھا ہے۔

"نئے گھروں میں جب پیام جاتا ہے تو اکثر لڑکا اپنے چند عزیزوں اور مخصوص دوستوں کے ساتھ "بر دکھوا" کے نام سے دلہن والوں کے وہاں بلایا اور ایسی جگہ بٹھایا جاتا ہے جہاں سے

؎ میوات کے مسلمانوں کے سلسلہ میں ہم تفصیلی گفتگو بعد میں کریں گے۔ یہاں صرف شادی کی ایک رسم کا ذکر کیا جاتا ہے کہ گوڑ گاؤں کے میوؤں کے ہاں پہلے لڑکے والے لڑکی والے کے ہاں جاتے ہیں اور قمری مہینہ میں ایک مبارک دن اس کے ہاں پہنچتے ہیں۔ اگر ان کو لڑکا پسند آجاتا ہے تو ان کی خاطر و تواضع کیجاتی ہے۔ اور ان میں سے ہر شخص لڑکے کو، اس کے باپ، بھائی، باپ کی بہن کو اور اس کے میراثی اور نائی کو ایک ایک روپیہ دیتا ہے۔ اس جماعت کی دوسرے اور تیسرے دن بھی تواضع ہوتی ہے بعد ازیں وہ لوگ اپنے گھر واپس چلے آتے ہیں اور اس موقع پر لڑکے کو گیارہ یا بائیس روپیہ و دامی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اس رقم میں سے ایک روپیہ تھال ہی میں رہنے دیا جاتا ہے جس میں وہ رقم دی گئی تھی جو نائی اور میراثی لے لیتے ہیں اور باقی رقم غربا میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ اس رسم کو "ملاپ" کہتے ہیں۔ TRIBES AND CASTES, I, P. 804

راجپوت مسلمانوں میں بھی لڑکی والے بر تلاش کرتے ہیں اور ٹیکے کی رسم بھی ہوتی ہے۔

؎ شادی کے رقعہ کا مضمون ملاحظہ ہو۔ رسوم دہلی۔ ص ۸۷-۸۸

راجپوت مسلمانوں میں یہ رقعہ لال یا پیلے کاغذ کا ہوتا ہے۔ نیز کلیات سودا۔ جلد دوم ص ۱۶۰

؎ عمادالسعادت۔ ۵۱ الف، تاریخ بلدۂ نجیب آباد ص ۵

عورتیں بھی اسے تاک جھانک کر کے دیکھ سکیں۔ گھر والے مرد جمع ہو کر اس سے ملتے اور حسب حیثیت خاطر مدارات کرتے ہیں۔ اسی طرح لڑکی کی ماں بہنیں ایک مقررہ تاریخ پر دولہن کے گھر میں جاتیں اور مٹھائیاں کھلانے یا کسی اور بہانے سے دولہن کا چہرہ دیکھتی ہیں جو عام طور پر ان سے چھپائی اور پردے میں رکھی جاتی ہے۔ مگر بعض شریف گھروں میں دولہا نہیں بلایا جاتا بلکہ خاندان کے مرد کسی نہ کسی عنوان سے لڑکے کی لاعلمی میں اسے دیکھتے اور اسکا حال دریافت کرتے ہیں اور یونہی لڑکی کی حالت کا بھی پتہ لگا لیا جاتا ہے[۱]

یہ رسم تمام مسلمانوں میں پائی جاتی تھی۔ لڑکی والے رشتہ کی منظوری کا اعلان پان تقسیم کر کے کرتے تھے[۲]

منگنی[الف]

اس رسم کا مقصد کسی لڑکی کو کسی لڑکے کے لئے نامزد کرنا ہوتا تھا[۳]۔ اس رسم کو منگیوا، منگنی اور ردپنا بھی کہتے تھے اور شہروں میں نسبت بھی کہتے تھے[۴] اس رسم میں دولہا کے ہاں سے چند

---

[۱] گذشتہ لکھنؤ ص ۳۵۱، نیز دیوان مہجور۔ ص ۱۵

[۲] ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۱۰۵ قانون اسلام، ص ۸۹ - ۹۳

[۳] واقعات اظفری ص ۸۱　　OBSERVATIONS etc, P. 190

[۴] TRIBES AND CASTES, I, P. 803

راجپوت مسلمانوں میں بھی "ردپنے" کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اور اس میں لڑکے کی ماں وغیرہ کو تحفے دیئے جاتے ہیں۔

[الف] ہندوؤں میں "نسبت" ٹھہرانے سے متعلق تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

TRIBES AND CASTES, I, PP. 783-802

مرد اور قریبی رشتہ کی عورتیں دولہن کے گھر مٹھائی کے خوان اور "چڑھاوا"[۱] لے کر جاتی تھیں۔ مٹھائی کی مقدار حیثیت پر موقوف ہوتی تھی۔ مصری کے کوزوں میں کم سے کم ایک ہر زیادہ سے زیادہ چار پانچ پر چاندی کے ورق لگائے جاتے تھے انہیں میں سے دولہن کو سات یا نو ڈلیاں توڑ کر کھلائی جاتی تھیں اور دولہا کے لئے بھی ان ہی میں سے کوزہ واپس آتا تھا۔ علاوہ ازیں پانوں کے بیڑے اور زیور کی رقمیں بھی ہمراہ ہوتی تھیں۔ یہ بیڑے بھی چاندی یا سونے کے ورقوں سے منڈھے ہوتے تھے۔ انہیں میں سے مصری کے بعد ایک لقمہ دولہن کو بھی کھلایا جاتا تھا۔ بیڑوں کے خوان، ہاروں کے خوان، پھولوں کا گہنا اور چڑھاوے کی پانچ رقمیں یا چھلا انگوٹھی ملا کر سات چیزیں بھی ایک چاندی یا تانبے کی ڈبیہ میں پاندان کے درمیان رکھ دیتے تھے۔ یہ سب چیزیں بیس پچیس خوانوں میں لگا کر اور اوپر سے زرق برق خوان پوش ڈال کر قطار ہی بنا کر ساتھ لے جاتے تھے۔ پھولوں کے گہنوں میں سہرے کے سوا سب کچھ ہوتا تھا۔ یعنی چمپا کلی جگنی، کرن پھول، جھمکے، بازو بند وغیرہ، اور کارچوبی کا بٹوہ۔ جس وقت سمدھنیں دروازے پر اترتیں تو دولہن کی طرف کی عورتیں ہر ایک سمدھن کے ماتھے پر صندل لگاتیں اور ایک ہار ان کے گلے میں ڈالتی تھیں[۲]۔ اس کے بعد دولہن کو گود میں اٹھا کر لاتے اور مہمانوں کے سامنے بٹھا دیتے۔ اس موقعہ پر دولہن کی پوشاک سرخ ہوتی تھی۔ بعد ازیں دولہا کی بہنیں اسے پھولوں کے گہنے اور چڑھاوے کے زیور پہناتی تھیں اس کے بعد ورق سے لپٹے ہوئے کوزے میں

۱؎ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ رسم بھی ہندوؤں سے لی گئی ہے۔

۲؎ کلیات سودا۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۰

OBSERVATIONS ETC. P. 190

کم حیثیت کے لوگ صرف ریشمی کپڑے میں ایک روپیہ بھیجتے تھے اور وہ لڑکی کے بازو میں باندھ دیتے تھے۔

OBSERVATIONS ETC P. 190

سے مصری کی سات ڈلیاں توڑ کر موجودہ سات سہاگن عورتیں باری باری دولہن کے منہ میں دیتی تھیں ۱ے پان کھلانے کے بعد دولہن کے دونوں ہاتھوں میں روپے اور اشرفیاں رکھ دیتے تھے اور اس کو "روپے درشن" (رونمائی) کہتے تھے۔ پھر کارچوبی کا بٹوہ مع رومال دولہن کے ہاتھ میں رکھ دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد گود میں اٹھا کر دولہن کو اندر لے جاتے تھے اور آپس میں مل کر سلامت کے گیت گائے جاتے تھے۔

اسی دن یا اس کے بعد دولہن کی طرف سے چند آدمی مٹھائی اور مصری کا کوزہ، پان کے بیڑے، انگوٹھی اور چھلا، پھولوں کی بدھی اور طرہ وغیرہ لے کر دولہا کے گھر آتے اور نشان چڑھا کر چلے جاتے۔ مغلوں کے ہاں اس کے برخلاف دولہن والے دوسرے روز آتے تھے ۲ے منگنی کی رسم میں انگوٹھی بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ لڑکی اور لڑکے دونوں کو اس موقع پر انگوٹھی پہنائی جاتی تھی ۳ے

(باقی)

۱۰۵ے کلیات سودا جلد دوم۔ ص ۱۶۵

۱ے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ رسم بھی ہندوؤں سے لی گئی ہے۔

۲ے برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ رسوم دہلی۔ ص ۸۸، ۹۲، گذشتہ لکھنؤ ص ۳۵۱

۳ے گذشتہ لکھنؤ۔ ص ۳۵۱